Title - Deewan Hasrat Mohani (Part-3)

Creator - Sayyed Fazalul Hasan Hasrat Mohani

Publisher - Al Nazir Press (Lucknow)

Date - 1918

Pages - 12

Subjects - Urdu Shayari - Kulliyaat-O-Dawaween

بسم اللہ

دیوان حسرت موہانی

حصہ سوم

جس مین سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے سابق اڈیٹر اردوئے معلی علی گڈھ
کی وہ کل غزلین درج ہین جو دیوان حسرت حصہ دوم کی ترتیب
وتدوین کے بعد لکھی گئین اور

جو

اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء سے جولائی سنہ ۱۹۱۷ء تک
اردو زبان کے قریب قریب کل رسالون اور اخبارون مین شائع ہو کر
عام طور پر مشہور اور مقبول ہو چکی ہین

مرتبہ بیگم حسرت موہانی

جس کو اسحاق علی علوی نے اپنے

الناظر پریس واقع لکھنؤ مین چھاپا

طبع دوم ۲۲۰ جلد

اور بیگم حسرت موہانی نے علیگڈھ سے شایع کیا
سنہ ۱۹۱۸ء

قیمت فی جلد ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ردیف الف"

درس حق [illegible] ی ہے یہان بھی حضرتِ آزاد کا
قید خانہ مدرسہ گویا ہے فیض آباد کا

کامیابی پر سبب نازان ہین ارباب ہوس
ہر طرف ایک شور برپا ہو مبارکباد کا

یہ بھی کیا انصاف ہی اے دشمن اہلِ وفا
ہم رہین ناکام یون اور کام ہو [illegible] کا

ٹوٹ جائے کیون نہ ہمت عاشقِ ناکام کی
جب نتیجہ کچھ نہ نکلے کوشش برباد کا

مان لینگے آپ کی خاطر سے یہ بھی ہم مگر
بھید کچھ کھلتا نہین ہے آپکے ارشاد کا

جلوۂ امید گویا درمیانِ فکر و یاس
اک نمونہ ہے چراغ رہ گذر برباد کا

سُن کے ذکرِ عشق رہجاتے ہین اکثر ہم خموش
اب تلک اتنا اثر باقی ہے انکی یاد کا

لطف کی نوبت بھی آئیگی کبھی ای نازِ یار
ختم بھی ہوگا کہین یہ سلسلا بیداد کا

شاہ جیلان سے یہ حسرت عرض ہے اسلام کی
یون نہ ہونا چاہیئے تھا فیصلا بغداد کا ؎

دلِ مایوس کو گرویدۂ گفتار کر لینا
وہ ان کا پردۂ انکار مین اقرار کر لینا

سکونِ یاس بھی ممکن نہین اب ہم غریبون کو
قیامت ہے کسی کا وعدۂ دیدار کر لینا

کہین آؤ جو آنا ہے کہ ہو لین شاد کچھ ہم بھی
ہاں [illegible] ہے بعد پاسِ خاطرِ اغیار کر لینا

ستم سے وہ نہ باز آئے تو پھیر یہ بھی ہوا لازم
دلِ مجبور تو خو کردۂ آزار کر لینا

حصولِ رحمتِ حق کیلئے کافی ہے محشر مین
گلِ عصیان کو زیبِ طرۂ دستار کر لینا

وہ دن اب یاد آتے ہین بہارِ خونفشانی کے
وہ میرا جیب کو دامن کو [illegible] کر لینا

	[illegible] نہیں آتا		[illegible] نہیں آتا
	[illegible] نہیں آتا		[illegible] الم سے
	[illegible] نہیں آتا		[illegible]
	[illegible] نہیں آتا		[illegible]
	[illegible] نہیں آتا		[illegible]
	[illegible] نہیں آتا		[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]
	[illegible]		[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]
	[illegible]		[illegible]
[illegible]	[illegible]		۹ اگست ۱۹۱۱
	[illegible]		[illegible]

عشق [illegible] کافی تھا [illegible] چرخ [illegible]

دل [illegible] کی [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

دل [illegible] کی [illegible]

۲۲ [illegible] ۱۹۱۰ء

[illegible] ہے حسرت

[illegible] اور [illegible]

[illegible] شوق کا دعویٰ چھوٹا

[illegible] اس شوخ [illegible]

[illegible] کوئی بھی [illegible]

[illegible] عشق [illegible]

[illegible] دامن صبر و دل شیدا چھوٹا

[illegible] آفات کا جھگڑا [illegible]

ایک آفت سے دل وقف تمنا چھوٹا

[illegible] کے ہاتھ سے کیوں دامن لیلیٰ چھوٹا

[illegible]

[illegible] زردی کی [illegible] حسرت

[illegible] رونے سے وہ [illegible] چھوٹا

سوہان بزبان قدیم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آہ کس [illegible] سے [illegible] پڑا

[illegible] کام [illegible] پڑا

[illegible] آرزو والا پڑا

[illegible] پڑا

[illegible] پڑا

۱۳ [illegible]

آہ [illegible] پڑا

[illegible] دل [illegible] پڑا

[illegible] بزبان قدیم

بیتاب نظر آیا [illegible] نظر آیا
عاشق جو نظر آیا [illegible] نظر آیا

ناکامیٔ ہجراں نے [illegible] جہاں پایا
جو صبح کا جلوہ تھا سو شام نظر آیا

اسے آہ دل عاشق [illegible]
پہلے سے بھی وہ بڑھ کر [illegible] نظر آیا

[illegible] رہی محرومی اللہ ری ناکامی
جو شوق کیا ہم نے [illegible] نظر آیا

اس قتل سے آنکھوں کو ہم [illegible]
روئے [illegible] وہ گیا ایسا [illegible] نظر آیا

جب [illegible] سمجھے مجھے [illegible] آزادی
[illegible]

مقام رامپور	سودائی کی گلیوں میں پھرتا ہے پڑا حیراں عشق کا حسرت کے انجام نظر آیا	۲۹ر اگست [illegible]

موسم گل میں وہ پلانا بادۂ عشرت خیز کا
[illegible] وہ مستیاں [illegible]

ہم نے دیکھا [illegible] شوریدگان شوق کا
[illegible] شور رستاخیز کا

سینکڑوں دل [illegible] دل باختہ جاں باختہ
[illegible]

وہ بگڑنا بھی کبھی مجھ سے تو ہنسنے کیلئے
[illegible] زلف آمیز کا

مقام [illegible]	پھر وہ تسلیم [illegible] شیدا [illegible] [illegible] مجھ [illegible] خیز کا	شب [illegible]

ناتمام [illegible] کا [illegible]
[illegible]

چشم [illegible] [illegible]
[illegible]

[illegible] دل [illegible]
[illegible]

[illegible] شمع خرام
[illegible]

وہ جو دل دادہ تھی خواہ [illegible]
[illegible] کار زیبا [illegible]

شاہجہانی | [illegible] حسرت / از [illegible] آگرہ [illegible] | مطبوعہ [illegible]

آج وہ [illegible] شاہ و [illegible]
[illegible] آنکھیں [illegible]
چہرہ [illegible] حسن [illegible]
[illegible] شادی [illegible]
[illegible]
[illegible] حسن [illegible]

[illegible] کا شہنشاہ بنا
دلربا سے دل آگاہ بنا
[illegible] تا [illegible] بنا
[illegible] بنا
مظہر قدرت اللہ بنا
حسن [illegible] شان سے ذیجاہ بنا

[illegible] | در [illegible] حسرت [illegible] / [illegible] بنا | [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا [illegible]
[illegible]
دو اور [illegible]

[illegible] آزار کا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] | [illegible] / [illegible] | [illegible]

[illegible]

ہو رہا ہے میزباں مجھ کو تماشا سے ملال | مہمانِ بیخودی ہے مہمانِ روزِ عید
بیقرار ہی اپنی کر دوں اُن کی خوشی پر نثار | دور ہم تر کیا انہیں دوں ارمغانِ روزِ عید
وہ حیا پرور ملائک ... مجھ سے کیا کہوں | بیخودی افزا ہے یعنی داستانِ روزِ عید
پر خفی ہے آج کی رسمِ مروت سے بعید | کچھ تو لے حلیہ جو پاس نشانِ روزِ عید
ہوں خیالِ خاطرِ احباب سے ظاہر میں خوش | ورنہ ہیں مجبور اور خوش ہوں میاں روزِ عید

یکم اپریل سنہ ۱۹۰۱ء

خاطرِ عید ... حسرت ہے مجھے ...
کر چکے ہیں بارہا ہم امتحانِ روزِ عید

علیگڈھ کالج

[illegible] گئی جب سے پا کمالِ عتاب کب تک ہم | رہ گئی سعدو دے شکر رہ پیام و سلام کب تک
محبت ستائی ہو [illegible] تلافی غم بھی ہے ضرور | [illegible] وصالِ یار سے ہجر فرقت کی تمام کب تک
[illegible] پیرِ مغاں ہوں مجھے خطر کیا ملامتوں کا | خیالِ ناموس و ننگ چھوڑوں [illegible] نام کب تک
[illegible] میں [illegible] کرتے نہیں تو [illegible] | [illegible] امید [illegible] ہم زیرِ دام کب تک

مئی سنہ ۱۹۰۱ء علیگڈھ

اگرچہ خود دلفگار ہی ہیں مگر تمنا [illegible]
[illegible]

[illegible] بریلی

[illegible] حال [illegible] | [illegible]
[illegible] ہیں آمد [illegible] | [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] | [illegible] ہو چکے ہیں کسی کی گلی سے ہم
[illegible] | [illegible] شرمسار ہوئے [illegible] سے ہم
[illegible] کی [illegible] | گویا کہ آشنا ہی نہیں ہیں ہنسی سے ہم
[illegible] | [illegible] آئے [illegible] دوستی سے ہم

کیا پوچھتا ہے لطفِ اٹھائے شوق کا — ملتے ہیں ایسے رنج سے بھی کس خوشی سے
وہ برسرِ جفا ہیں تو ہم مائلِ وفا — تنگ آ گئے ہیں شوق کی دلبستگی سے
ابرِ بہار میں نہ ہوئے جب اں رہی — یعنی نہ ہاتھ کھینچ سکے میکشی سے
ملتا نہیں جو ہوش کا اپنے کہیں پتا — اب اسکا حال پوچھنے وارفتگی سے
کس درجہ دلپذیر ہے حیرانیِ جنوں — فارغ ہیں شوق عزت فرزانگی سے

۱۸۹۶ء	حسرت ہیں دقتِ پیرویِ مومن و تسلیم کیوں سلسلا ملائیں کسی لکھنوی سے ہم	مقام موہان

جفا سے بعد مردن بھی ہمیں وہ شاد کرتے ہیں — لگا کر ٹھوکریں خاکِ لحد برباد کرتے ہیں
فغاں لب تک نہیں لاتے کبھی ہم یاد گلشن میں — قفس میں بھی خیالِ خاطرِ صیاد کرتے ہیں
کہیں کیا ہجر میں کیونکر دلِ مضطر بہلتا ہے — نہ پوچھو کیسے تسکینِ دلِ ناشاد کرتے ہیں
نہیں ہیں [illegible] انکی آنکھوں میں — وہ میرا گریۂ ناکام شاید یاد کرتے ہیں

۹۷ء	جفائے ناروائے یار کا شکوا اگر حسرت [illegible] دلدادگان دردِ عشقی فریاد کرتے ہیں	کانپور

ستا رہے ہو تو [illegible] داغدار ہوں میں — رلا رہے ہو تجھے خود بھی بیقرار ہوں میں
ہمارا نہ ہوسکے کچھ دوائی جاناں — بگڑ کے تجھ سے نہایت ہی شرمسار ہوں میں
انہیں نے توڑ کے توبہ شراب پلوائی — رہین ابر ہوں منت کش بہار ہوں میں
گئے وہ دن کہ تمنا وصالِ یار کی تھی — یہ حال اب ہے کہ ممنونِ ہجرِ یار ہوں میں
ترا یہ رنگ کہ ہے بے سبب خفا مجھ سے — مرا یہ حال کہ بے وجہ بیقرار ہوں میں
نہ دوں بہشت کے بدلے میں ایک جام شراب — نہ آفتاب سے بدلوں وہ بادہ خوار ہوں میں

سنہ ۱۸۹۶ء	وہ درد مند ہوں حسرتؔ کہ اب بجائے ستم کرے جو لطف بھی کوئی تو اشکبار ہوں میں	فتحپور ہسوہ

زاہدوں میں ہوں نہ رندوں میں نہ میخواروں میں ہوں
بیخودِ مہرِ دو جہاں ہوں تیرے سرشاروں میں ہوں

بیخودیہائے محبت کا نہ پوچھو حال کچھ
بیخبر ظاہر میں ہوں باطن میں ہشیاروں میں ہوں

دردِ الفت سے نہیں واقف مگر کیا کم ہے یہ
عاشقانِ درد کے میں نقش برداروں میں ہوں

اے خوشا قسمت شرابِ بیخودی سے مست ہوں
اے نشے ہے تقدیر اُن آنکھوں کے بیماروں میں ہوں

بیوفائی مجھکو کیا معلوم کہتے ہیں کسے
وہ مری سرکار میں اُنکے وفاداروں میں ہوں

لے گئی ہے بیخودی کیا جانے مجھکو کہاں
میں نہیں ہوں محفلِ یاراں میں یاروں میں ہوں

بیخودی میں کیا ہوا کرتا ہے کیا جانے کوئی
سب سمجھتے ہیں یہی مجھکو کہ بیکاروں میں ہوں

خستہ بختانِ محبت کا یہ کہنا ہے نصیب
ظاہرا سوتا ہوں [illegible] بیداروں میں ہوں

سنہ ۱۸۹۹ء	تاہم آزادی زباں پر ہے مری حسرتؔ [illegible] کس کے آخر دامِ الفت کے گرفتاروں میں ہوں

ہو جفا ہم پہ نہ ہم شکوۂ بیداد کریں
تا کجا خاطرِ [illegible] بیداد کریں

طعن وہ معبد کو دیں مستِ محبت کا مجھے
پہلے خود بیخودی میں عہد و یاد کریں

بسملِ شوق ہیں ملتا ہے تڑپنے میں مزا
سخت جانی کا گماں ہم پہ جلاد کریں

کیا سمجھتا ہے اسیرانِ قفس کو صیاد
دل ہلا دیں جو کبھی درد سے فریاد کریں

؍؍	اور ہو جائے گی بیچین طبیعت حسرتؔ عیشِ ایامِ تمنا کو نہ ہم یاد کریں	علیگڈھ کالج

بسر کی عمر ساری کوئے جاناں کی گدائی میں
بلا جانے مری کیا ہیں مزے فرمانروائی میں

نہیں معلوم یہ کس کعبۂ ارماں کا چھٹ ہے
خیالِ یار سے تسکینِ خاطر ہو تو ہو شاید
زہے بیکس نوازی، وہ دل بیمار پہ تیرے

کہ سیدھا اپنا کھنچا جاتا ہے شوقِ جبہ سائی
تسلی ہو رہی ہے کوشش ہائے جدائی
نہیں ہیں گوشۂ چشم سے پنہاں گو کے ادائی

سنہ ۱۹۱۰ء	جواب نامہ ہائے شوق سے محروم ہیں حسرتؔ جفا میں بھی خوری میں یہ وفا پھر آزمائی میں	علیگڈھ کالج

ترکِ ہوسِ زلفِ چلیپا نہیں ممکن
پھر اور تغافل کا سبب کیا ہے خدایا
تسکین سے پہلے بھی تھی بے چینی اور ابھی دل کی
نقشِ قدمِ یار کو بھی پاس ادب سے
کب تک دل اضطراب ہے ورد سے فریاد
اس بے چو دیتا ہو کس سے شکایت

اب پاسِ حرمِ سر ہے یہ سودا
میں یاد نہ آؤں انہیں ایسا نہیں
یعنی تپشِ غم کا مداوا نہیں
مشکل کہ بت پا سر کے لگا نا نہیں
اب سامنے ہیں ستم بھر تقاضا نہیں
وہ سامنے ہیں پھر بھی تماشا نہیں

فروری	کی تمنا ہو تیرے کوچے کے ہوئے حسرتؔ سے بلائے جور سراپا نہیں ممکن	ضلع لکھنؤ

الٹے تیرے بیت دور ہو کر
ہمہ وقت پڑے لطف رہی مستی
لگی سے مرے لب پہ پھر خموشی
دکھا دوں مزا انکو ستم کا

شرابِ محبت کا مخمور ہوں میں
تمنائے عشق موفور ہوں میں
اگر واقفِ سرِ مستور ہوں میں
مگر پاس الفت سے مجبور ہوں تب

۱۱ اگست سنہ ۱۹۱۰ء	مزا پاتیاں محبت کا شیدا وہی حسرتؔ رند مشہور ہوں میں	مقام سوہا

وہ کس کس شرم سے عذر جفا تقریر کرتے ہیں
مگر یاس وفا سے عاشق دلگیر کرتے ہیں

بحسرت دیکھتے ہیں غیر پہ لطف و کرم انکے
یہ ناکامی سیاہی آہ بے تاثیر کرتے ہیں

گرفتاران غم کو کیا ضرورت قید ظاہر کی
ترے سودائیوں کو لوگ کیوں زنجیر کرتے ہیں

اڑا دیتی ہے مضموں یاد اس محو تغافل کی
بڑی مشکل سے مکتوب وفا تحریر کرتے ہیں

سنہ ۱۹۰۶ع	نہیں یارائے خاموشی کہاں تک ضبط غم حسرت فراق یار میں ہم نالہ شبگیر کرتے ہیں	علیگڈھ کالج

ملتے ہیں اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں
کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں

تسکین بخشش سے بڑھا درد اور بھی
شاید غم فراق کی کوئی دوا نہیں

شوق لقا سے دور کی ہیں ساری خاطریں
ورنہ وہ ہم سے اور کوئی مدعا نہیں

کب تک کسی کے ناز تغافل اٹھائے دل
کیا وہ تحمل صبر کی کچھ انتہا نہیں

تیرہ ہوں نے دل کا یہ کیا حال کر دیا
گویا اسیر [illegible] ہم آشنا نہیں

ارمان حسرت وصال ہیں نکلیں تو کس طرح
دوش نظر سے [illegible] راستا نہیں

شوق جفا سے آج تک آشنے ستم ہے
کہتا ہے [illegible] وہ وفا نہیں

آتا ہوں خیال میں انکے کبھی کبھی
میں عرض چاہتا ہوں تو یہ بھی روا نہیں

خود اسکو میری عرض تمنا سے شوق ہے
کیوں ورنہ یوں سنے ہے کہ گویا سنا نہیں

میری نگاہ شوق پہ اس درجہ خفگیاں
اور اپنی چشم شوخ کو مطلق سزا نہیں

مارچ سنہ ۱۹۰۶ع	حسرت مرے کلام میں ہیں شوق کے نکتے ہیں ملک سخن میں مجھ سا کوئی دوسرا نہیں	آگرہ

کب یہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے گنہگار نہیں
ہاں مگر اتنی جفا کے بھی سزاوار نہیں

میرے اظہارِ ندامت کو پشیمان کیا
اب نہ کہنا کہ ہمیں رنج سے انکار نہیں

عقل بھی اصل میں اک شعبۂ حیرانی ہے
ہوشیاری ہے یہی میری کہ ہشیار نہیں

نہ سہی آپ جناب تو نہیں باز آتے
چاہیے جانے ہے اب ہمکو بھی اصرار نہیں

۲۵ جولائی ۱۹۰۳ء	خوبیِ شوقِ شہادت کو مبارک حسرت مجھکو ایہام ہے اُس شوخ کو انکار نہیں	مقام جھانسی

زنگ حرماں وہ کہاں زمزمۂ شادی میں
قید کا لطف نہیں راحتِ آزادی میں

رنگ لایا اثرِ سوزِ دروں کا شکوہ
پڑ گئے آبلے آخر لبِ فریادی میں

جولائی ۱۹۰۳ء	حسرت اک رنگ داں ایک ہے دریائے رواں فرق یہ ناسخ و آتش کی ہے استادی میں	سد

محوِ حسرت ہوں وقفِ محنت ہوں
میں کہ دلدادۂ محبت ہوں

لاابالی مزاج رکھتا ہوں
شاعرِ مبتلا طبیعت ہوں

عالمِ بیخودی میں ہے مسکن
مست ہوں ہوشیارِ حیرت ہوں

حکمرانِ دیارِ استغنا
صاحبِ دولتِ فراغت ہوں

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۰ء	الغرض کیا بتاؤں کون ہوں میں حسرتِ آشنائے حسرت ہوں	مشاعرہ علیگڈھ کالج

فصلِ بہار آئی ہے جوشِ گل چمن میں
اک دھوم سی مچی ہے مستانِ نعرہ زن میں

سیکھی تھی خود فروشی مکتب میں آرزو کے
پاتے ہیں درس حیرت اُس بت کی انجمن میں

تیری نزاکتوں کی اے نازکی سراپا
تشبیہ گل میں پائی سمجھے نہ یاسمن میں

دیوانہ کر دیا ہے یہ کس کی آرزو نے
چرچا ہے کس صنم کا ہر شیخ و برہمن میں

توڑ گئی فصلِ گل کیا پیمانِ پارسائی
اب جانِ مضطرب کو کیونکر قرار آئے
جان آ چلی ہے پھر تجھ پہ اک خواہش کہن میں
آفت کی شوخیاں ہیں اس حسنِ سحر فن میں

سنہ ۹۹ ۱۸ء
واں غیرتِ محبت کچھ دیکھنے نہ دے گی
جانے کو یوں تو حسرت جاتے اس انجمن میں
علیگڈھ کالج

میں ہوں لئے زلف سب تیرے پریشانوں میں
دستِ نازک سے تو قاتل کے اٹھی تلوار
کوئی سرخوش ہے کوئی مست ہے کوئی پُرخراب
کردیا جس نے مجھے دونوں جہاں سے غافل
گھر کے ارمانوں میں کتنا وہ تصور کا ہے
نام میرا بھی لکھا ہے ترے دیوانوں میں
اور ہوا نام مرا صف ... انجانوں میں
میکشوں کے بھی عجب ... ہیں میخانوں میں
ایسی کیا شے تھی وہ ساقی ترے پیمانوں میں
ہائے یہ مجھکو کہاں لا کے ... بیگانوں میں

،،
یاد ایام کہ ہم جوشِ جنوں میں حسرت
خوار پھرتے تھے پریشان بیابانوں میں
فتحپور ہسوہ

دردا ہم ... حالِ دلِ زار چہ گوئیم
اندازۂ لطفِ ستمِ یار ندانیم
یک جلوہ ... ز جہاں بیخبرم کرد
... مرغِ گرفتار چگوئیم
... بیخبر از لذتِ آزار چگوئیم
از حال ... یار چگوئیم

سنہ ... ء
... احباب چرا پیش تو حیران
کردند چہ با حسرت ... چگوئیم
مقام ...

میں تو سمجھا تھا قیامت ہو گئی
مسجدوں میں کون جائے واعظا
جب میخانوں میں بھی آؤ بھگت ...
خیر پھر صاحب سلامت ہو گئی
اب تو اک بیت ہے ارادت ہو گئی
گرچہ ظاہر میں عداوت ہو گئی

انکو اب معلوم تھی طرز جفا | غیر کی صحبت سے آفت ہو گئی

۱۸۹۶ء طرح بیام یار

عشق نے انکے سکھا دی شاعری
اب تو اچھی [illegible] حسرت ہو گئی

بمقام قنوج در مسودہ

[illegible] سی برباد سامانی مری | کیسی کرتی ہے ویرانی مری
مجھسا آوارہ نہ پایا ہیرے بعد | مدتوں روئی پریشانی مری
چوم کر انکے قدم نادم ہوئیں | اب نہ رہی چھوٹی پشیمانی مری
ہو رہا ہے غیر مجھسے بدگماں | ہنس رہی ہے یا کہ نادانی مری
واسطہ زلف پریشاں کا نہیں | دیکھ ہی جاؤ پریشانی مری
ہوگئی ظاہر لیا میں شعر میں | وہ جو پنہاں تھی پریشانی مری

شعر ۶

ہو چکے ہو خواہ [illegible] تسلیم
تجھکو تو اچھی ہے نادانی مری

موضع کھونٹا

کہا کیا انکے درد دل نے [illegible] | کوئی پوچھے دل اندوہگیں سے
جفا محسود چشم عاشقاں ہے | لگی ہے آنکے پائے نازنیں سے
وہ اس انداز سے کرتے ہیں انکار | کہ ہاں کا کام لیتے ہیں نہیں سے
تماشا ہے دلوں کی آگ بجھانی | بجھایا دیکھئے آب آتشیں سے
ستم کرتے ہیں پردے میں حیا کے | غضب ڈھاتے ہیں چشم شرمگیں سے

سنہ ۶ نومبر ۱۸۹۹ء

تسلیم کوئے یار سے کہ حسرت
ہوا آئی فردوس بریں سے

زبان لسان قدیم

مضطرب ہے بہت میری طبیعت کئی دن سے | دیکھی جو نہیں آپکی صورت کئی دن سے

مےخانے سے محروم ہیں پیاسے ہیں پیالی
پیتے نہیں ساقی کی عنایت کئی دن سے

چھیڑ سے ہے مجھے پھر ...
ہے پھر میری طبیعت کئی دن سے

... بھی نہ ہوئی تصور کو ...
ملتی نہیں رونے کی بھی فرصت کئی دن سے

... ہیں جنوں تجھ دی شوق کو احباب
معلوم ہے کیا کیا مری حیرت کئی دن سے

... محشر نے کیا وصل سے انکار
برپا ہے مرے دل میں قیامت کئی دن سے

۹۹ء	ہے اک ہی دم اور ... حسرت کرتے ہیں جو احباب نصیحت کئی دن سے	مقام موہان

ہزاروں بار نکلے ... لیکن پھر بھی کم نکلے
الٰہی اور کتنے آرزوئے چشم نم نکلے

... سے مرتے ہزاروں ہوگئے زندہ
... تیرے انداز قدم نکلے

ہزاروں بار چھیڑا جوش غمہائے فرقت نے
ہزاروں بار آنسو آپکے سر کی قسم نکلے

... پھر جذبۂ بے اختیار شوق نے واپس
... جاناں سے تھے دو ہی قدم نکلے

ہے کوئی کہاں تک کشمکشہائے محبت ہیں
... حسرت دل کی نہ دم نکلے

... نے یار بھی اک ... ہے
کہیں ... دل دکھانا وقت ستم نکلے

۵ء	خیال خاطر احباب سے رہتے تھے خوش حسرت حقیقت میں گرفتار غم و رنج و الم نکلے	”

... جو بےچین ہوے دیکھکے حالت میری
ہوگئی اور پریشان طبیعت میری

... رات پھر انکے تصور سے ہوا کیں باتیں
کیا ہی آرام سے گزری شب فرقت میری

... درد جگر سے ہے یہی کچھ آگاہ
اللہ اللہ ری بےچین طبیعت میری

... ڈھونڈھتی نیستی مرکوئی رونے کا
بیٹھنے دیتی نہیں چین سے حسرت میری

دیکھ لینا کہ وفا میری رُلائے گی تمھیں — یاد آئیگی مرے بعد محبت میری

تھا ارادہ شبِ ہجراں کی تدبیر مجھے — کچھ عجیب چیز ہے اے درد طبیعت میری

۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ	اور وہ ذکر چھیڑے کسی کا حسرت لوگ کہتے ہیں کہ ہے اسکو محبت میری	موہان

فکرِ آزادی و آرام سے آزاد ہے — عمر بھر خوب ہوا قیدیِ صیاد

مست لطفِ عزیزاں سے تو آزاد ہے — ہم سفر میں ہیں نا شاد بھی تو شاد رہے

صفتِ بیخودیِ شوق نہ پوچھو ہم سے — بست ہو کہ غم کو ہیں آزاد رہے

لذّت اسمیں بھی بلا نسبتِ جانانہ ہیں — غمِ تنہائی سے جدائی سے بھی ہم شاد رہے

رُوئے جاناں کو نہ حاجت کبھی غازے کی ہوئی — یعنی ہم حیرتِ حُسنِ خدا داد رہے

ہم اسیرانِ قفس حال کہیں کیا اپنا — عمر بھر موردِ بے رحمیِ صیاد رہے

۱۸۹۹ء	قصۂ ترکِ محبت کی حقیقت معلوم حسرت اور قیدِ غمِ عشق سے آزاد ہے!!	علیگڈھ کالج

کہاں شکوے سنئے جو بیزار ہوا کئے — کہاں اب شوق ہیں اُنکی جفا کے

سناتے ہیں انھیں افسانہ قیس — بہانے ہیں یہ عرضِ مدعا کے

زباں کو وقفِ شکرِ جور کرکے — ہنر نے کیا کیا لیے اُنکی جفا کے

نگاہِ شوق کو شکوے بہت ہیں — تمہارے جلوۂ حیرت فزا کے

کچھ ایسا لطف ہے اُنکے ستم میں — وفا قربان ہوتی ہے جفا کے

مشامِ جاں معطر ہو رہا ہے — دکن سے آئے ہیں جھونکے صبا کے

	نگاہوں میں بسے ہیں اپنی حسرت	

سنہ ۱۸۹۷ء — وہ بجلی سی اُنکے رندانہ حیا کے — مقام الہ آباد

خدا جانے تجھے اے دل تمنا ہے شنا کیوں ہے — یہ اُنکے وہ دوست ہے جیسا ترے تمنا کیوں ہے

کس کی شوخی رفتار نے فتنے اُٹھائے ہیں — ہر گلی گورا اور ہے کو قیامت بپا کیوں ہے

ابھی ہے حسرِ قول نے ہجوم یہ کسکا تیر آیا ہے — دل پر آرزو میں آج شورِ مرحبا کیوں ہے

مسیحان جہاں کو اُنکے ہوتے ہیں تجاہل ہوگا — کوئی عیسی نفس کیوں ہے کوئی یوسف لقا کیوں ہے

سنہ ۱۸۹۹ء — نہ ہے قسمت تمنا ہے نام کسکا آج کانوں نے / زباں پر میری حسرت کلمۂ صلِّ علی کیوں ہے — علیگڈھ کالج

غمِ ہجراں کا یارب کس زباں سے ماجرا کہیے — نہ کہیے گر تو کیا کیجے اگر کہیے تو کیا کہیے

سب غم جز خیالِ یار اپنا کون مونس ہے — اُسکو دوست کہیے یار کہیے آشنا کہیے

مجھے قدرداں گر کہئے حسرت کسے یارب — کسے اب محرمِ رازِ دلِ درد آشنا کہیے

مجھے دل کو ہے الزام کسکے شوقِ بے نہایت کا — نگاہِ شوق کو کسکی نظر کا آشنا کہیے

اسی سے کچھ تسلی ہو دلِ ناشاد کی شاید — خیالِ یار سے دردِ جگر کا ماجرا کہیے

جہاں ہر لحظہ پیشِ دوست محوِ لطف رہتے تھے — وہاں یہ صدمہائے غم اُٹھاتے ہیں کہ کیا کہیے

سنہ ۹۹ء — نسیمِ صبح باقی ہے سوئے گلگشت کُو حسرت / نہ پہنچا ہے جدائی کا اسی سے ماجرا کہیے — فتحپور مسودہ

وہی آرزو میں ہیں حسرت وہی ہے — ستم سے تم نے اتنا کہ محبت وہی ہے

ہوئی گرچہ ترکِ محبت کو مدت — مگر مجھکو رونے کی عادت وہی ہے

بظاہر وہ ہرچند مجھ سے خفا ہوں — مگر دل میں ہے دل میں محبت وہی ہے

جو کی مے سے توبہ بھی تو کیسی توبہ — ابھی ابر آئے تو عادت وہی ہے

نتیجۂ مسودہ	بسر ہو گئی کیونکر شبِ ہجر حسرت ابھی تک تحیر ہم کی شدت وہی ہے	سنہ [illegible]

جفا تیری باعث ہے میری رغبت بڑھتی جاتی ہے	ہمیں بھی تو ہوس مشقِ ترکِ جستجو بڑھتی جاتی ہے
ادھر تیرِ ستم محبت پہ وہ ہم ہو تڑپ جاتے ہیں	ادھر ہے لمس تمنا سے شہادت بڑھتی جاتی ہے
وہ اظہارِ وفا پر پھر وہ انکار کرتے جاتے ہیں	دلِ بیتاب ندامت کی ندامت بڑھتی جاتی ہے
وفا ہم اُن میں گو خوئے تغافل آتی جاتی ہے	مگر ہے یوں کہ انکو مجھ سے الفت بڑھتی جاتی ہے
سکھا دی ہیں ادا کی شوخیاں کچھ لطف جاتا ہے	مرے دستِ تمنا کی شرارت بڑھتی جاتی ہے
جمالِ یار میں ہر دم ترقی ہوتی جاتی ہے	دلِ حیراں کی جس سے روز حیرت بڑھتی جاتی ہے
طبیعت خوگرِ دردِ محبت ہوتی جاتی ہے	تمہارے جورِ بے پایاں کی لذت بڑھتی جاتی ہے

〃	ادھر حسرت کو وہ اسبابِ راحت ہوتے جاتے ہیں ادھر آنکھوں کو یاد ان کی حسرت بڑھتی جاتی ہے	سنہ ۱۸۹۶ء

بہار آئی ہے ساقی بادۂ گلگوں پلانا بھی	کہاں کی پارسائی کیسی توبہ جام لانا بھی
ہوا کیا فائدہ ناصح نصیحت کے جتانے سے	ہمارا سر کیسے کتنا بھلا کچھ میں نے مانا بھی
ستم کیا کیا ہو گئے پردۂ صبر آزمائی میں	نشیں جور و جفا کا لگ گیا اتنا بہانا بھی
بدل دی انکی عادت صحبتِ اغیار نے کیسی	کہ آنکھ ہم سے پھر گیا دلِ مضطر کا ستانا بھی
یہ حالت انتہائے ضعف نے کر دی مری حسرت	کہ جوشِ غم سے اب ممکن نہیں آنسو بہانا بھی

〃	وہ ہم آئے نازِ محبت میں کرم انکا وفا انکی رہے گا یاد حسرت کو ہمیں وہ زمانا بھی	سنہ ۱۸۹۶ء

ملے گر نہیں ملتا کوئی	یاں بھی پروا نہیں کرتا کوئی

لطف پر ختم ستم کرتے ہیں
کہنے پاتا نہیں شکوا کوئی

نا امیدی کا برا ہو آخر
اب نہیں دل میں تمنا کوئی

یاد آئیں گی وفائیں میری
مجھ سا شیدا نہ ملے گا کوئی

سنہ ۱۹۰۵	خود ہی بدنام جہاں ہوں حسرت کیا کرے گا مجھے رسوا کوئی	فتحپور

از دل شدگاں حجاب تا کے
یعنی ز من اجتناب تا کے

اے آتش ہجر یار رحمے
آخر ز تو دل کباب تا کے

مغرور مشو بہ دلپذیری
ایں رونق و آب و تاب تا کے

تا کے بہ ہوائے تو بسوزم
اے غیرت آفتاب تا کے

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء	مستی بگذار حسرت آخر ایں جنگ و نے و رباب تا کے	علیگڈھ کالج

ہمیں طعنے ہیں ترک الفت کے
یہ نئے ڈھنگ ہیں شرارت کے

مورد لطف یار تھے جب ہم
وہ بھی ایام تھے قیامت کے

بس ہے ناکامی وفا کا خیال
اب نہیں حوصلے محبت کے

گریۂ [illegible] محروم ہی
ہم تو قائل ہیں تیری لذت کے

ظلم کرکے مری وفا سے یہ کیوں
ڈر رہے ہیں گلے شکایت کے

۱۳ مئی سنہ ۱۹۰۶	حاصل ناکامی محبت ہے قطرے ہیں یہ اشک حسرت کے	مشاعرہ علیگڈھ کالج

فکر سے تو نہ ہوا وصل کا ساماں کوئی
تو ہی تدبیر بتا اے دل ناداں کوئی

وصل میں نذر نہیں ور خورِ جاناں کوئی — بیخودیِ شوق سے ہوتا نہیں ساماں کوئی
ہمنے بھی شکوۂ بیداد کی کھائی ہے قسم — دیکھیے جور کا رہ جائے نہ ارماں کوئی
موسمِ گل میں عجب رنگ ہیں دیوانوں کے — چاک داماں ہے کوئی چاک گریباں کوئی

سنہ ۱۹۰۰ء — رہ نوردانِ جنوں سے اے پوچھو حسرت / جانے کیا مرتبۂ خارِ مغیلاں کوئی — علیگڈھ کالج

تاثیر صبر کی ہے نہ میری دعا کی ہے — وہ مائلِ وفا ہیں یہ قدرت خدا کی ہے
دل میں بھی اپنے جور سے نادم نہیں ہو تم — سچ سچ کہو قسم تمہیں میری وفا کی ہے
کربِ شبِ فراق سے دیتا نجات کون — جانِ نزار پر یہ عنایت قضا کی ہے
سنتے ہیں آجکل ہیں وہ پھر مائلِ جفا — تقدیر اوج پر دلِ درد آشنا کی ہے

سنہ ۹۸ء — حسرت غلامِ تابعِ زور نثار رہے / کب اُسکو فکرِ پرسشِ روزِ جزا کی ہے — مقام جھانسی

چادر میں چھپے ہوئے حیا سے — کیا کہیے وہ آئے کس ادا سے
مشتاقوں نے کر ہی لی زیارت — تم کام نہ لے سکے حیا سے
وہ مجھپہ کرم کریں تو کیونکر — مجبور ہیں عادتِ جفا سے
معلوم ہوئی اُنکی کج ادائی — کیا فائدہ عرضِ مدعا سے
ہم ہیں اثرِ وفا سے ناخوش — شکوہ نہیں آپکی جفا سے

سنہ ۹۰۶ء — کچھ عرض ہی کر سکے نہ حسرت / نادم ہیں ہم اپنے مدعا سے — فتحپور ہسوہ

بیکلی سے مجھے راحت ہوگی — چھیڑ دیں آپ عنایت ہوگی

وصل میں انکے قدم چومیں گے
وہ بھی گر انکی اجازت ہوگی

بیقراری کے مزے لوٹیں گے
آج پھر درد کی شدت ہوگی

ایکدن تو دل سے کبھی زد میں گے
شفقتِ غم کی یہ اجازت ہوگی

سنہ ۱۸۹۶ء	قصۂ غم نہ کہوں گا حسرت جو کہی اُسنے شکایت ہوگی	فتحپور ہسوہ

رنجِ ہجراں میں قیامت کا مزا ہوتا ہے
دردِ الفت بھی غضب عیش فزا ہوتا ہے

جا چکا سر سے مرے عشقِ بتاں کا سودا
اب کوئی لاکھ بھی سمجھائے تو کیا ہوتا ہے

خوگرِ ہجر کو ہوتی ہے تڑپ سے تسکین
درد خود دردِ محبت کی دوا ہوتا ہے

چشمِ جاناں کے ہیں نیا سے نرالے انداز
جب نظر کرتی ہے اک لطف نیا ہوتا ہے

وہ خفا ہیں کہ دعا بھی تھی شکایت میری
میں ہوں محجوب کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے

سنہ ۱۹۰۰ء	شکوۂ غم نہ کیا ہے نہ کرونگا حسرت اس میں بھی جاناں کا گلا ہوتا ہے	علیگڈھ کالج

حسرتِ زار کو یارانِ وطن بھول گئے
مرغِ پابند کو مرغانِ چمن بھول گئے

ہمنے تکلیفِ محبت میں وہ راحت پائی
کہ طریقِ گلۂ رنج و محن بھول گئے

خوبروئی تری مشہور ہوئی عالم میں
لوگ افسانۂ عذرا و دمن بھول گئے

نہ ملینگے دلِ بیتاب کرے لاکھ اصرار
ہم بھی جا اب تجھے اے عہد شکن بھول گئے

غلبۂ درد سے ہیں درد سراپا اشعار
یعنی ہم پیرویِ اہلِ سخن بھول گئے

ایک ہمدردی رسوا بھی امیں حسرت
سو وہ رسوا بھی اُسے جا کے دکن بھول گئے

ساقی ہے جوشِ گل ہے لبِ جوئبار ہے
تو بھی ٹوٹ جائے تو پوری بہار ہے

شوقِ جنوں ہے آمدِ فصلِ بہار ہے
دامانِ صبرِ دل شدگاں تار تار ہے

افسانۂ مصائبِ ہجراں تھا دردخیز
غمخوار کو بھی میرے سرِ نگسار ہے

چھیڑا ہے دستِ شوق نے مجھ سے خفا ہیں وہ
گویا کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار ہے

انکی ادائے مست کا جاتا نہیں خیال
آنکھوں میں لطفِ شب کا ابھی تک خمار ہے

وہ سب مزے تھے کاوشِ دردِ جگر کے ساتھ
اب اشکبار آنکھ نہ دل بیقرار ہے

۲۶ر فروری سنہ ۱۹۰۶ء	شاید یہاں سے حسرتِ دیوانہ چل بسا ہاں ہاں جبھی تو چشمِ جنوں اشکبار ہے	تقلیدِ شاہ ظفر دہلوی

پھر تغافل کس لیے ہے گر محبت دل میں ہے
سچ بتا کیا تیرے آخر بے مروت دل میں ہے

امتحانِ صبرِ خاطر ہے تجھے مدِ نظر
یا مری جانب سے باقی کچھ کدورت دل میں ہے

کم نگاہی چھیڑنے ہے صرف اے محوِ جفا
یا نرالی اور ہی کوئی شرارت دل میں ہے

سو اگر منظور ہے اندازۂ صبر و قرار
امتحاں دینے کی ہاں اب کسکے طاقت دل میں ہے

چھیڑتے ہے تو ہمیں ناکام ہونے کیوں تو ہی بتا
ناز برداری کی آیا قابلیت دل میں ہے

ہے سبب تجھے منظور رہا ناز اے دلستاں
یا نہیں تو خواہشِ ترکِ محبت دل میں ہے

ہو رہی ہیں آرزو میں دل کے اپنے پیدا
کج ادائی سے تری برپا قیامت دل میں ہے

میری جانب سے کچھ الحمد نہیں کوئی کمی
بے رخی پر بھی تری ویسی ہی الفت دل میں ہے

تو نے اے پیماں شکن کیوں پھیر لی چشمِ کرم
آرزوئے شوق سرگرمِ شکایت دل میں ہے

۳۰ر اگست سنہ ۱۹۰۶ء	اے تغافل کیش ارماں اور تو سب حصول ہوئے ایک باقی تیری پابوسی کی حسرت دل میں ہے	علیگڈھ کالج

وارفتگانِ جلوۂ جاناں کدھر گئے
اے شمعِ بیخودی ترے مہماں کدھر گئے

جورِ خزاں نے رونقِ گلشن سے کیا کیا
ہر نخلِ باغ یا دلِ نالاں کدھر گئے

کرنے لگے کرم کے عوض تیغ ادائیاں
وہ وعدہ ہائے لطفِ فراواں کدھر گئے

وہ بے سبب کرم ہیں تو ہم ہوش میں نہیں
یارب ہمارے دل کے سب ارماں کدھر گئے

اب تک درِ قبول سے نالے پھرے نہیں
کیا جانیے کہ ہو کے پشیماں کدھر گئے

۲۵ نومبر ۱۹۱۰ء

حسرت جفائے یار کی کیوں ہیں شکایتیں
یاں ہیں وفا کے وہ ترے پیماں کدھر گئے

شاعرہ علیگڈھ کالج

جھوم جھوم آنے لگا ابرِ بہاری دیکھیے
کب تلک باقی رہے پرہیزگاری دیکھیے

پھر ہے اس بیداد گر سے شوقِ عرضِ آرزو
خاطرِ ناکام کی بے اختیاری دیکھیے

ہے تمنا دل میں اب تک اک نگاہِ لطف کی
جور اپنا دیکھیے حسرت ہماری دیکھیے

جوشِ گل کے ساتھ پھر جوشِ جنوں بڑھنے لگا
اٹھ چلی دنیا سے رسمِ ہوشیاری دیکھیے

یار سے خط و کتابت تھی سو وہ بھی اب نہیں
بختِ ناہموار کی ناسازگاری دیکھیے

ناز بردارِ الم لکھا ہے نامے میں مجھے
ان سراپا ناز کی مضموں نگاری دیکھیے

خاطرِ محروم کا اللہ ہے پاسِ وفا
ہے ابھی تک مائلِ امیدواری دیکھیے

حالِ دل پر آ گئی کیا [illegible] سو بیخبر ہیں
حسرتِ محوِ الم کی شرمساری دیکھیے

سرو کو ہو گیا ہے اشتیاق پائمالی سے
نہ پوچھو اس شرابی کے خرامِ لاابالی سے

نظر میں پھر گئیں کیفیتیں سب عہدِ ساقی کی
پھر آ بیٹھے [illegible] نظارۂ میخانۂ خالی سے

پریشانی پہ گیسو کے ہزاروں ناز ہیں شاید
وہ سیکھے ہیں یہ انداز [illegible] آشفتہ حالی سے

اُنھیں معلوم کیونکر ہو ہماری خونفشانی نے
نشان جتنے تھے تیرے ٹھکانے سرخ ہر دکی بحالی سے

وہ عرضِ رحم کو تجھ سے شکایت جورِ بیجا کی
بہت گستاخیہ ہم سے ہوئے شاید آشفتہ حالی سے

یہ گل ہیں یا کھلے ہیں منہ حسینانِ گلستاں کے
اگر سب کچھ حیرت ہیں کسیکی خوش جمالی سے

ہماری قدردانی خوب کی شاہنشہِ غم نے
ملا ہے خلعتِ حسرت اُسی دربارِ عالی سے

خود بجاں آیا ہوں جورِ خاطرِ غمناک سے
میں نہیں ڈرتا تمہارے خنجرِ بیباک سے

اضطرابِ دل کی آخر مجھ سے ہیں کیوں پرسشیں
پوچھ لیں خود آپ اپنے غمزۂ چالاک سے

گردشِ پیمانۂ ساقی تری کیا بات ہے
کر دیا آزاد فکرِ گردشِ افلاک سے

وجہ ترکِ پارسائی تجھ سے واعظ کیا کہیں
ذوقِ صہبا دور ہے ظالم ترے ادراک سے

ہم اسیرانِ ستم پر قہر ہے منعِ فغاں
ہے سکوں دشوار صیدِ بستۂ فتراک سے

شوقِ جنت سے ہیں فارغ عاشقانِ کوئے یار
پوچھ دیکھے کوئی ہم افتادگانِ خاک سے

آہِ دردآلود میں حسرت نہ ہو کیونکر اثر
نکلی ہے آخر ہمارے سینۂ صد چاک سے

آشنا ہیں جلوہ ہائے ساقیِ مخمور سے
کیا غرض ہمکو بیانِ ماجرائے طور سے

رات بھر سوتی رہیں باتیں دلِ رنجور سے
کچھ نہ پوچھو شغلِ ناکامِ شبِ دیجور سے

واقفِ دیوانگی ہیں مائلِ جوشِ جنوں
شوقِ سودا جا چکا اپنے سرِ پرشور سے

بخششیں وہ کیا ہوئے آغازِ الفت میں مرے
پھیر لا دے اُس زبانِ طعن کے مذکور سے

پرسشِ عشاق کو سمجھے جو نقصِ دلبری
کام مجھکو آ پڑا ہے اُس بتِ مغرور سے

وہ سراپا لطف مفتونِ تغافل ہو گیا
اور ہم رہنے لگے محروم سے مجبور سے

شکوۂ غم کی اجازت ہو تو ہاں شوخی تھی
الغرض اک دم ہے دیارِ شوق کے دستور سے
اب کہاں وہ توسنِ سیرت ستمگر کے لیے وہاں
اس قدر اصرار کیوں ہے عاشقِ مجبور سے
ترکِ الفت پہ بھی دل کی ہیں بے تابیاں
دیکھ کر اُن کا قرینا آشنا کو دور سے

کیوں نہ ہوں اردو میں حسرت ہم نظیری کے نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاکِ نیشاپور سے

عذرِ گناہ پر بھی اس دلربا کی ادائی
اللہ ری کم نگاہی اللہ ری بے وفائی
دل کی ہجومِ غم سے حالت بدل گئی ہے
اے کاش کہ نہ ہوتی اُس شوخ سے لڑائی
بے چین کر رہی ہے محرومیٔ تمنا
بیتاب کر رہا ہے رنجِ شبِ جدائی
کچھ بھی اثر نہیں ہے اُس پر جفا کے لیے
اس رنج پر اثر کی دیکھی شکستہ پائی
تیرا فسوں کہاں ہے اے گریۂ ندامت
کر آزمائی کچھ تو ہی رہ نمائی

عفوِ خطا کی حسرت بیکار ہیں امیدیں
اُس دشمنِ وفا سے اب ہو چکی صفائی

شرمِ جفا سے لطف سراپا بنے ہوئے
وہ آجکل ہیں جانِ تمنا بنے ہوئے
شاد ہیں جنوں نے خلعتِ آزادگی دیا
زنداں ہیں ہم خیال کے صحرا بنے ہوئے

حسرت کسے فدائے تماشائے روئے یار
ہو خود ہی پھر رہے ہیں تماشا بنے ہوئے

رباعی

جاناں کہ ہزار جاں فدایش بادا
صد چون من زار در ہوایش بادا
ایں رتبہ کجا کہ جاں فدایش گویم
البتہ فدائے خاکِ پایش بادا

عبارت خاتمۂ دیوان حسرت موہانی حصۂ اول (طبع ثانی)

دیوان حسرت حصہ اول کا پہلا اڈیشن شائقین سخن کی قدردانی و حوصلہ افزائی کی بدولت بہت جلد ختم ہوگیا۔ پس اب کہ اُسکے دوبارہ چھپنے کی نوبت آئی ہے چند امور ضروری گذارش طلب ہیں۔ مثلاً یہ کہ طبع اول میں صرف وہ غزلیں چھاپی گئی تھیں جو اردوئے معلّٰی اور دیگر ادبی رسائل میں چھپ کر عام طور پر شایع ہوچکی تھیں اور طبع ثانی میں چند ابتدائی غزلیں بھی بطور مشتے نمونہ از خروارے بصورت ضمیمہ شامل کردی گئی ہیں۔ طبع اول کے دیباچہ میں بیان ہوچکا ہے کہ ۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۲ء تک کی شاعری کا ایک بڑا مجموعہ نظموں۔ قصیدوں۔ قطعوں۔ غزلوں اور نظم انگریزی کے ترجموں کی شکل میں راقم حروف کے پاس موجود ہے جس کی نسبت گمان یہ تھا کہ نظرثانی کے بعد قابل اشاعت ہوجائے گا۔ لیکن بعد میں کچھ تو اس خیال سے کہ ابتدائی کلام کی اصلاح و ترقی کی کوشش کوہ کندن و کاہ برآوردن کی مصداق قرار پائیگی اور کچھ اس لحاظ سے کہ رفتہ رفتہ راقم حروف کی طبیعت نے اپنے لیے اصناف سخن میں غزل اور صرف غزل کو اپنے حسب حال پاکر منتخب کرلیا ہے، اُس کل مجموعۂ خرافات کو یک قلم نظرانداز کردیا۔ البتہ چند غزلیں ضرور رہنے دیں۔ لیکن ان کو بھی اپنے ابتدائی لباس میں بلا اصلاح چھوڑ دیا تاکہ اہل نظر کو انکے مطالعے سے راقم حروف کے مذاق سخن کی تدریجی ترقی کا اندازہ ہوسکے۔ ان غزلوں کی کمزوری اور بے رنگی کے متعلق نقادان کلام سے عفو اور درگذر کی امید ہے فقط

بندۂ محبت فقیر حسرت موہانی علیگڈھ

۴۔ اپریل ۱۹۱۶ء